Al-Raqīm (Research Journal of Islamic Studies)
ISSN: 3006-2225 (Print), 3006-2233 (Online)
Volume 03, Issue 02, July-December 2025.
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/alraqim/index
Publisher: Department of Islamic Studies, The Islāmia University of Bahāwalpur, Raḥīm Yār Khān Campus, Pakistan
Email: editor.alraqim@iub.edu.pk

عہدِ تابعین میں تفسیرِ قرآن اور مفسرین: اصول، مناہج اور علمی ارتقاء کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ

Qurʾānic exegesis and Exegetes in the Era of the Tābiʿīn: A Research and Analytical Study of Principles, Methods and Intellectual Evolution

Dr. Zobia Parveen
Lecturer, Department of Islamic Studies,
Virtual University of Pakistan
Email: zobia@vu.edu.pk
Prof. Dr. Hafiz Muhammad Abdul Qayyum
Chairman Department of World Religions, Institute of Islamic Studies,
University of the Punjab Lahore

Abstract:
The era of the Tābiʿīn represents a fundamental milestone in the development of Qurʾānic exegesis, during which the scholarly legacy of the Companions (Ṣaḥābah) was transmitted forward, and distinct exegetical trends and schools of thought emerged in major Islamic centers.
This research aims to clarify the historical and intellectual context of the Tābiʿīn period and to identify its key sources and methodologies of ***Qurʾānic*** *interpretation. The primary focus of the study is to introduce the well-known exegetical schools of* ***Makkah, Madīnah, and Iraq****, along with their leading Tābiʿī scholars. This aims to clarify the principles, methodologies, and scholarly styles through which the exegetes of this period articulated the meanings of the Qurʾān.*
The study seeks to address key questions, including: ***what were the primary sources and distinguishing characteristics of Qurʾānic exegesis during the Tābiʿīn period? How did the interpretive methodologies of the Tābiʿī exegetes influence later generations?***
The scope of this research is limited only to the ***exegetes of the Tābiʿīn period and their methodologies of interpretation*** *both chronologically and thematically. The study excludes detailed analysis of the Companions or later periods, except for historical context. The study focuses on selected prominent Tābiʿīn exegetes, excluding detailed analysis of the Companions or later periods, highlighting those whose views are preserved in primary sources and shaped the exegetical tradition.*
Methodologically, this study is based on a ***historical and analytical approach****, employing both* ***classical primary sources*** *and* ***modern scholarly works*** *in the fields of*

Al-Raqim Research Journal, Department of Islamic Studies, IUB, RYK Campus is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Qurʾānic exegesis, principles of tafsīr, and Qurʾānic sciences as authoritative references.

Key words:
Exegetes, Qurʾānic exegesis, Era of the Tābiʿīn, Tafsīr methodologies, Exegetical schools, Tābiʿī scholars.

تعارفِ موضوع:

قرآنِ مجید کی تفسیر اسلامی علوم میں مرکزی حیثیت رکھتی ہے، کیونکہ یہی علم وحی کے معانی و مقاصد کو سمجھنے، اس کے احکام و ہدایات کو عملی زندگی میں نافذ کرنے، اور امت کے فکری و اخلاقی نظام کو تشکیل دینے کا ذریعہ ہے۔ تفسیر قرآن کا علمی سفر عہدِ نبوت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شروع ہوا، جس میں خود رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے اقوال و افعال سے قرآن کی توضیح فرمائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی قرآن کی عملی تفسیر ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ نے یہ ذمہ داری بطریقِ احسن ادا فرمائی۔ تاہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے مکمل قرآن کی تفسیر بیان نہیں کی بلکہ صرف ان آیات کی تفسیر بیان فرمائی جن کے معنی و مفہوم میں غموض اور خفا پایا جاتا تھا۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اس کے غموض میں اضافہ ہوتا گیا۔ تفسیر قرآن میں دلچسپی رکھنے والے تابعین نے محنت کر کے اس کمی کو پورا کرنا چاہا۔ چنانچہ اس طرح آہستہ آہستہ مکمل قرآن کی تفسیر ہوگئی۔ یہی وہ دور ہے جس میں تفسیر بالماثور کو باقاعدہ علمی سانچے میں ڈھالا گیا اور مدارسِ تفسیر کی بنیاد رکھی گئی۔ مکہ، مدینہ، بصرہ اور کوفہ جیسے علمی مراکز نے قرآن فہمی کے مختلف مناہج اور اسالیب کی تشکیل میں کلیدی کردار ادا کیا۔ کتبِ تفسیر میں تابعین کے اجتہادی اقوال بکثرت مروی ہیں۔ عہدِ تابعین میں قرآن کی تفسیر ایک نئے مرحلے میں داخل ہوئی۔ صحابہؓ کے علمی اثرات کے ساتھ ساتھ اجتہادی اور فقہی عناصر بھی شامل ہوئے، اور قرآن فہمی کے لیے مختلف مناہج وجود میں آئے۔

تابعی کی تعریف اور ان کا علمی مقام:

لفظ "تَابِعیؒ" لغوی اعتبار سے "تَبِعَہُ" فعل سے اسمِ فاعل کا صیغہ ہے اور اس کے معنی ہیں کسی کے پیچھے چلنا۔ محدثین اور جملہ علماء کے نزدیک اصطلاحاً تابعی سے مراد وہ شخص ہے جس نے اسلام کی حالت میں کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور پھر اسلام پر ہی اس کی موت واقع ہوئی ہو۔ صحابہ کرام وہ ہستیاں ہیں جن کو براہِ راست صحبتِ رسول سے مستفید ہونے کا شرف حاصل ہوا اور تابعین وہ خوش نصیب اشخاص ہیں جنھوں نے صحابہ کی صحبت پائی اور ان سے براہ راست مستفید ہوئے۔

عہدِ صحابہ کے بعد عہدِ تابعین کا آغاز ہوا۔ یہ عہدِ اس علمی روایت کا تیسرا اور نہایت اہم مرحلہ ہے۔ تابعین کو بعد میں آنے والوں کی نسبت عربی زبان پر زیادہ دسترس اور مہارت حاصل تھی۔ امام ابنِ تیمیہ کہتے ہیں کہ تابعین نے حدیث اور سنت کی طرح تفسیر کا علم بھی صحابہ سے حاصل کیا۔ تابعین نے جس طرح بعض سنتوں میں استنباط اور استدلال سے کلام کیا ہے اسی طرح وہ بعض آیات کی تفسیر میں بھی استنباط اور استدلال سے کلام کرتے ہیں[1]۔

صحابہ کی طرح تابعین میں ایسے فضلاء کی کمی نہ تھی جنہوں نے اپنے ہم عصروں کو قرآن کے پیچیدہ مقامات کے معانی و مفہوم سے آگاہ کیا۔ تابعین نے قرآن و سنت کی حفاظت اور تدوین میں مرکزی کردار ادا کیا۔ ان کی روایت و درایت میں غیر معمولی احتیاط، اور علمی دیانت نے علومِ اسلامیہ کے لیئے مضبوط بنیاد قائم کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تابعین کو بہترین امت قرار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَيُّ النَّاسِ خَيْرٌ؟ قَالَ:" قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ[2]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ بہتر لوگ کون ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا زمانہ (یعنی میرے صحابہ)، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے۔ (تابعین)، پھر وہ لوگ جو ان کے بعد آئیں گے (تبع تابعین)۔

اسی روایت کو امام مسلم نے عبداللہ بن مسعودؓ سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

خَيْرُ أُمَّتِي الْقَرْنُ الَّذِينَ يَلُونِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ[3]۔

میری امت میں سب سے بہتر زمانہ وہ ہے جو میرے بعد آئے گا، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے، پھر وہ جو ان کے بعد آئیں گے۔

عہدِ تابعین کا تاریخی و فکری پس منظر:

عہدِ تابعین تقریباً ۴۰ھ تا ۱۵۰ھ تک مشتمل ہے۔ تابعین وہ علمی و روحانی سعادت یافتہ افراد تھے جو صحابۂ کرام کی صحبت سے براہِ راست مستفید ہوئے اور ان سے قرآن و سنت کا علم سیکھا اور صحابہ کرامؓ کے علمی ورثے کو منظم طریقے سے اگلی نسلوں تک پہنچایا۔ تابعین کو خیر القرون میں شمار ہونے کا شرف بھی حاصل ہے جسکی وجہ سے وہ عربی زبان، اسالیب بیان اور فہمِ قرآن میں بعد کی نسلوں پر نمایاں فوقیت رکھتے تھے۔ تابعین میں ایسے گہرے فہم والے اہلِ علم کی بڑی تعداد موجود تھی جو قرآنِ کریم کے دقیق اور مشکل مقامات کی توضیح میں اپنے ہم عصروں کے لیے مرجع کی حیثیت رکھتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہ کرام نے پورے قرآن کی مکمل تفسیر نہیں بیان فرمائی تھی بلکہ صرف ان آیات کی وضاحت بیان فرمائی جن میں کسی درجے کا ابہام یا خفا پایا جاتا تھا، لہٰذا گزرتے وقت کے ساتھ بعض مقامات کی پیچیدگی مزید واضح ہوگئی۔ اس علمی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے تابعین نے عربی لغت، اسالیبِ کلام اور دورِ نزول کے تاریخی و سماجی تناظر سے بھرپور استفادہ کیا اور پورے قرآن کی توضیح کو ممکن بنایا۔ تفسیر کے ضمن میں تابعین کے اجتہادی اقوال و آثار کثرت کے ساتھ منقول ہیں؛ یوں اس دور میں تفسیرِ قرآن ایک مربوط، قابلِ اعتماد اور ہمہ جہت علمی صورت میں سامنے آئی۔ علوم القرآن، حدیث اور فقہ میں باضابطہ علمی روایت وجود میں آئی۔ علمی و فکری اعتبار سے اسلامی تاریخ کا یہ دور ایک انتقالی مرحلہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

سیاسی و سماجی پس منظر:

سیاسی اعتبار سے عہدِ تابعین خلفائے راشدین کے آخری اور بنو اُمیہ کے ابتدائی و وسطی ادوار پر محیط ہے۔ اس دور میں وسیع فتوحاتِ اسلامیہ کی وجہ سے دائرہ اسلام میں نئے خطے داخل ہوئے، اور اسلامی معاشرت میں مختلف لسانی و ثقافتی اثرات در آئے۔ مختلف تحریکات بالخصوص خارجی اور قدری تحریکیں سامنے آئیں جنہوں نے اپنے نظریاتی مقاصد کے لیے قرآن کی آیات کی تاویلات استعمال

کیں۔ جس کے نتیجے میں علماء کو صحیح منہجِ تفسیر کے تعین کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی۔ اسی پس منظر میں تابعین نے روایت اور درایت کو جمع کر کے فہمِ قرآن کا ایسا منہج قائم کیا جو بعد میں تفسیر بالماثور کی بنیاد بنا۔

تفسیر اور علومِ قرآن میں توسیع و تنوع:

عہدِ صحابہ کے بعد عہدِ تابعین میں تفسیرِ قرآن کے ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ قرآن پاک کی مفصل تفسیر کا رجحان پیدا ہوا۔ صحابہ کی تفسیر عام طور اجمال واختصار پر مبنی تھی مگر تابعین کی تفسیر میں تفصیل و تشریح اور تبیین کے پہلو نمایاں ہوئے۔ اس دور میں تفسیر نے باقاعدہ ایک فن کی حیثیت اختیار کی۔ اسی دور میں منہج کے اعتبار سے کئی ایسے مباحث منظم ہوئے جن کا اشارہ صحابہ کے زمانے میں موجود تھا۔ اسبابِ نزول، قراءات، ناسخ و منسوخ، اور اعجازِ قرآن جیسے موضوعات پر علمی گفتگو شروع ہوئی۔ تابعین نے عربی لغت، نحو، اور شعر جاہلی کو تفسیر کے فہم کا ذریعہ بنایا تاکہ غیر عرب علاقوں میں قرآن کے معانی کو درست طور پر سمجھایا جاسکے۔ قرآن کے فہم کے ساتھ فقہی استنباط، لغوی تحقیق، اور بلاغی مطالعہ کو بھی شامل کر کے تفسیری دائرہ کار کو وسیع کیا۔ تابعین نے قرآن فہمی کے عمل کو صرف روایت تک محدود نہیں رکھا بلکہ عقل و تدبر کو بھی شامل کیا۔ پس عہدِ تابعین میں علمی سرگرمیوں نے منظم صورت اختیار کی۔ تفسیر کے مختلف مدارس قائم ہوئے۔ ان مدارس میں قرآن و حدیث کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ان کے کام نے بعد کے مفسرین جیسے ابن جریر طبری اور زمخشری کے لیے بنیاد فراہم کی۔

عہدِ تابعین میں تفسیر کے مدارس:

جیسے جیسے اسلامی فتوحات کا دائرہ وسیع ہوتا گیا مسلمان مدینہ سے نکل کر دور دراز علاقوں میں پھیل گئے۔ مسلمانوں میں والی، قاضی، امراء اور حکام ہر قسم کے لوگ شامل تھے۔ یہ لوگ جس شہر میں بھی گئے وہاں رسول کریمؐ سے حاصل کیا ہوا علم بھی ساتھ لے گئے۔ تابعین ان کی صحبت سے بھرپور مستفید ہوئے اور دوسروں کو علم سکھانے لگے۔ ان مدارس میں تابعین کی بڑی تعداد مشہور مفسرین صحابہ سے مستفید ہوئی۔ ایک مدرسہ مکہ، دوسرا مدینہ اور تیسرا عراق میں قائم ہوا۔ یہ تینوں مدارس اس دور کے تفسیری مکاتب میں شمار ہوتے ہیں۔ ان مدارس کے اساتذہ و تلامذہ کا تفصیلی ذکر درج ذیل ہے۔

مکہ کا تفسیری مدرسہ:

مکہ کا تفسیری مکتب حضرت ابن عباسؓ کی وجہ سے قائم ہوا۔ آپؓ اپنے تابعین اصحاب کے ساتھ بیٹھتے، ان کے لیئے کتاب اللہ کی تفسیر اور مشکل معانی کی وضاحت کیا کرتے تھے۔ آپ کے تلامذہ جو باتیں سنتے انہیں دوسروں تک پہنچاتے[4]۔ اہلِ مکہ لوگوں میں سب سے زیادہ تفسیر جانتے تھے کیونکہ وہ اصحاب عبد اللہ بن عباس تھے۔ جیسے مجاہد، طاؤس، عطاء بن ابی رباح، عکرمہ مولی ابن عباس، ابی شعثاء اور سعید بن جبیر وغیرہ[5]۔ یہ سب آزاد کیئے ہوئے غلام تھے۔ مکہ کے تفسیری مکتب کے چند معروف تابعین کا مختصر تعارف ذیل میں درج ہے۔

سعید بن جبیر (م ۹۵ھ):

عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن عمرؓ سے علم حاصل کیا۔ آپ کبار تابعین میں سے تھے[6]۔ حضرت ابن عباسؓ سے قراءت و تفسیر کا علم سیکھا[7]۔ قراءات میں ماہر تھے۔ رمضان میں نماز میں ایک رات کو عبداللہ بن مسعود کی قراءت کے مطابق پڑھتے دوسری رات کو زید بن ثابت کی قراءت کے مطابق۔ اور وہ ہمیشہ اسی طرح کرتے[8]۔ آپ تیسرے طبقے کے ثقہ پختہ کار فقیہ راوی ہیں حضرت عائشہ۔ ابو موسیٰ اشعری اور ان کی طرح کے اصحاب کی روایت مرسل ہوتی ہے[9]۔

مجاہد بن جبیر (م ۱۰۲ھ):

امام ذہبی کے نزدیک مجاہد کی امامت اور ان سے استدلال کرنے پر پوری امت کا اجماع ہے[10] فضل بن میمون کہتے ہیں کہ انہوں نے مجاہد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے تیس مرتبہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے سامنے قرآن پڑھا[11]۔ ایک روایت ہے کہ مجاہد نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ پر مصحف قرآن تین مرتبہ سورۃ فاتحہ سے لیکر آخر تک پیش کیا۔ میں ہر آیت پر انہیں ٹھراتا اور پھر اس کے بارے ان سے تفسیر پوچھتا[12]۔ ان دونوں روایات میں تعارض نہیں ہے۔ امام ذہبی نے تیس مرتبہ قرآن پیش کرنے کو قرآن کے ضبط، تجوید اور حسن الاداء اور تین مرتبہ قرآن پیش کرنے کو اس کی تفسیر، دقیق اسرار اور مخفی معانی سیکھنے پر محمول کیا ہے[13]۔ امام ثوری فرمایا کرتے تھے:

إذا جاءك التفسير عن مجاهد فحسبك به.[14]

"جب تجھے مجاہد سے تفسیر پہنچے تو تجھے یہ کافی ہے"۔

یہی وجہ ہے کہ امام شافعی اور امام بخاری وغیرہ ان کی تفسیر پر اعتماد کرتے تھے۔ اسی طرح امام احمد وغیرہ اور جنہوں نے تفسیریں مرتب کی ہیں دوسروں کی نسبت مجاہد سے زیادہ روایت کرتے ہیں۔

عکرمہ مولی ابن عباس (م ۱۰۴ھ):

عکرمہ کا قول ہے کے میں نے ۴۰ سال علم حاصل کیا۔ میں دروازے پر بیٹھ کر فتوے دیتا اور ابن عباس گھر کے اندر ہوتے تھے۔ امام شعبی کہتے ہیں کہ کتاب اللہ کا عکرمہ سے بڑا عالم کوئی باقی نہیں رہا[15]۔ امام بخاری کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب میں سے کوئی ایسا نہیں جو عکرمہ سے استدلال نہ کرتا ہو۔ قتادہ کہتے ہیں کہ تابعین میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے چار آدمی تھے۔ عطاء، سعید بن جبیر، عکرمہ اور حسن بصری[16]۔

طاؤس بن کیسان (م ۱۰۶ھ):

طاؤس کا قول ہے کہ "میں نے پچاس صحابہ کو پایا"۔ آپ بہت بڑے عالم اور مفسر تھے۔ حضرت ابنِ عباسؓ سے سب سے زیادہ علم حاصل کیا۔ آپ بہت بڑے عابد تھے۔ یہاں تک کہ ابنِ عباسؓ نے ان کے بارے میں کہا کہ "میں ان کو اہلِ جنت میں گمان کرتا ہوں"[17]۔

عطاء بن اَبی رباح (م ۱۱۴ھ):

آپ علم اور عمل کے لحاظ سے مکہ کے سید التابعین تھے۔ آپ نے حضرت عائشہ، حضرت ابوہریرہ اور کبار صحابہ سے روایت کی ہے۔ آپ نوے سال یا اس کچھ زیادہ عرصہ زندہ رہے۔ آپ حجتِ امام تھے۔ بڑی شان والے تھے۔ امام ابو حنیفہ نے ان سے استفادہ کیا اور ابو حنیفہ کا قول ہے کہ "میں نے ان کی مثل کوئی نہیں دیکھا"[18]۔

مدینہ کا تفسیری مدرسہ:

مدینہ کے مدرسہ تفسیر کی بنیاد حضرت ابی بن کعب نے رکھی۔ مدرسہ میں تابعین کی ایک بڑی تعداد نے مشاہیر صحابہ سے تفسیر کا درس سیکھا۔ ان سے بکثرت تفسیری اقوال منقول ہیں۔ اس مدرسہ کے زیادہ مشہور تین تابعی ہیں۔ ابو العالیہ۔ محمد بن کعب، زید بن اسلم۔

ابو العالیہ (م ۹۰ھ):

حضرت علیؓ، ابنِ مسعود، ابنِ عباسؓ، ابنِ عمرؓ اور ابی بن کعب وغیرہ سے روایت کیا۔ آپ مشہور ثقہ تابعین میں شامل ہیں۔ ابنِ معین، ابو زرعہ اور ابو حاتم نے آپ کو ثقہ کہا ہے۔ ابو القاسم لالکائی نے کہا ہے کہ ان کے ثقہ ہونے پر اجماع ہے[19]۔

محمد بن کعب القرظی (م ۱۰۸ھ):

آپ نے حضرت علیؓ، ابنِ مسعودؓ اور ابنِ عباسؓ سے روایت کیا۔ ثقاہت، عدالت، ورع، کثرتِ حدیث اور تاویل القرآن میں مشہور تھے۔ ابنِ سعد نے کہا کہ محمد بن کعب ثقہ عالم، کثیر الحدیث اور پرہیزگار تھے۔ العجلی نے کہا کہ آپ مدنی ثقہ تابعی تھے[20]۔

زید بن اسلم (م ۱۳۶ھ):

حضرت عمرؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ کا شمار ان کبار تابعین میں ہوتا ہے جو روایتِ تفسیر میں مشہور تھے۔ امام احمد بن حنبل، ابو زرعہ، ابو حاتم اور امام نسائی نے ان کو ثقہ قرار دیا۔ ان چاروں علماء کی شہادت ان کی عدالت اور ثقاہت پر قوی دلیل زید بن اسلم اپنے ہم عصروں میں کثرتِ علم کی بناء پر معروف تھے آپ کے بعض معاصر آپ سے مستفید ہوتے۔

عراق کا تفسیری مدرسہ:

عراق میں مدرسہ تفسیر عبد اللہ بن مسعودؓ نے قائم کیا۔ اس مدرسہ کے معروف تلامذہ کا تعارف درج ذیل ہے۔

علقمہ بن قیس (م ۶۲ھ):

آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت ابنِ مسعودؓ وغیرہ سے روایت کیا۔ آپ عبد اللہ بن مسعود کے سب سے زیادہ مشہور راوی تھے اور مدرسے میں ان کے جانشین تھے۔ آپ انتہائی وضع دار تھے۔ اپنے کام خود کرتے تھے اور اپنا حلقہ درس بنانا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کا قول ہے کہ مجھے یہ پسند نہیں کہ کوئی میرے پیچھے چلے اور کہے کہ یہ علقمہ ہیں[21]۔

مسروق (م ۶۲ھ):

ثقہ، فقیہ اور عابد ہیں۔ شعبی کا قول ہے کہ مسروق فتوی دینے میں شریح سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ اور قاضی شریح ان سے مشورہ کرتے۔ ابنِ مدینی نے کہا کہ میں عبد اللہ کے اصحاب میں سے کسی کو مسروق پر مقدم نہیں کرتا[22]۔

اسود بن یزید (۷۵ھ):

کبار تابعین اور ابنِ مسعودؓ کے رواۃ میں سے تھے۔ اس کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ، علیؓ، حذیفہؓ اور بلالؓ سے بھی روایت کیا[23] انہوں نے اسّی حج اور عمرے کیئے۔ ابنِ اسماعیل نے کہا کہ آپ ہر روز سات سو رکعتیں پڑھتے[24]۔

مرہ ہمدانی(م۷٦ھ):

آپ نے ابو بکرؓ، عمرؓ، علیؓ اور ابنِ مسعودؓ وغیرہ سے روایت کیا۔ امام شعبی اور اس کے علاوہ دیگر اصحاب نے آپ سے مستفید ہوئے۔ ابنِ معین اور العجلی نے آپ کو ثقہ قرار دیا۔ آپ روزانہ چھ سو رکعت پڑھتے[25]۔

عامر شعبی(م۱۰۹ھ):

آپ نے حضرت عمرؓ، علیؓ اور ابنِ مسعودؓ سے حدیثیں روایت کی ہیں لیکن ان سے براہ راست استفادہ نہیں کیا۔ آپ نے حضرت عائشہؓ، ابنِ عباسؓ، ابو موسیٰ اشعریؓ اور کئی صحابہ سے روایت کی ہے۔ ان کا قول ہے کہ "میں نے پانچ سو صحابہ کو پایا"۔ ابنِ عینیہ کا قول ہے کہ "لوگ کہتے تھے کہ صحابہ کے بعد اپنے اپنے زمانہ میں تین آدمی یکتائے روزگار تھے۔ ابنِ عباس، شعبی اور سفیان ثوری"[26]

حسن بصری(م۱۱۰ھ):

آپ نے ابی بن کعب، سعد بن عبادہ اور عمر بن خطاب سے روایت کی۔ سامعین ان کے وعظ سے بہت متاثر ہوئے[27]۔ انس بن مالک فرماتے ہیں کہ حسن سے پوچھو بے شک انہیں یاد ہے اور ہم بھول گئے۔ یعنی دینی مسائل وغیرہ حضرت حسن سے پوچھے جائیں ان کا حافظہ بہت اچھا تھا[28]۔

قتادہ بن دعامہ سدوسی(م۱۱۷ھ):

ابن سیرین نے کہا کہ قتادہ لوگوں میں سب سے زیادہ حافظ ہیں۔ قتادہ کے بقول قرآن کی کوئی آیت ایسی نہیں کہ جس کے بارے میں، میں نے کوئی تفسیر نہ سنی ہو[29]۔ امام سیوطیؒ لکھتے ہیں کہ حسن بصری، عطاء بن اَبی رباح، عطاء بن اَبی سلمہ خراسانی، محمد بن کعب القرظی، ابو العالیہ، ضحاک بن مزاحم، عطیہ العوفی، قتادہ، زید بن اسلم، مرہ ہمدانی اور ابومالک تابعین کے مفسر بزرگوں میں سے ہیں۔ ان کے بعد ربیع بن انس اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم دوسرے لوگوں میں سے ہیں۔ یہ سب قدمائے مفسرین ہیں۔ ان کے اکثر اقوال وہ ہیں جن کو انہوں نے صحابہ کرام سے پایا[30]۔

عہدِ تابعین میں تفسیر کے مصادر:

بنیادی طور پر تابعین اور صحابہ کے تفسیر منہج میں زیادہ فرق نہ تھا کیونکہ تابعین نے صحابہ سے ہی قرآن کی تفسیر کا علم حاصل کیا۔ چنانچہ وہ بھی صحابہ کی طرح تفسیر بیان فرماتے۔ تاہم انہوں نے منقولات کے علاوہ نظر و استدلال اور اجتہاد و استنباط سے بھی کام لیا۔ تابعین کا تفسیر منہج درج ذیل بنیادوں پر قائم تھا۔

تفسیر القرآن بالقرآن:

صحابہ کی طرح تابعین کے نزدیک بھی اوّلین ماخذ تفسیر قرآن ہے۔ انہوں نے اس اصول سے تفسیر بیان فرمائی۔ مثلاً:

- **ابو العالیہ** نے قولِ باری تعالیٰ﴿فَتَلَقَّىٰٓ ءَادَمُ مِن رَّبِّهِۦ كَلِمَٰتٍ فَتَابَ عَلَيۡهِ﴾ (البقرۃ،۲:۳۷)کا بیان بالقرآن فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو ان کلمات﴿قَالَا رَبَّنَا ظَلَمۡنَآ أَنفُسَنَا وَإِن لَّمۡ تَغۡفِرۡ لَنَا وَتَرۡحَمۡنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ ٱلۡخَٰسِرِينَ﴾ (الاعراف،۷:۲۳) سے جنت میں واپسی کا اِذن دیا[31]۔

- **مجاہد** نے قولِ باری تعالیٰ ﴿إِنَّ ٱللَّهَ عِندَهُۥ عِلۡمُ ٱلسَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ ٱلۡغَيۡثَ وَيَعۡلَمُ مَا فِي ٱلۡأَرۡحَامِۖ وَمَا تَدۡرِي نَفۡسٞ مَّاذَا تَكۡسِبُ غَدٗاۖ وَمَا تَدۡرِي نَفۡسُۢ بِأَيِّ أَرۡضٖ تَمُوتُۚ إِنَّ ٱللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرُۢ﴾(لقمان،۳۴:۳۱) کی تفسیر اس کے شانِ نزول اور تفسیر بالقرآن سے بیان فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک بدو نبیؐ کی خدمت حاضر ہوا اور سوال کیا کہ ہماری زمین قحط زدہ ہے، بارش کب ہوگی، میں جانتا ہوں کہ پیدا کب ہوا مگر مجھے موت کب آئے گی اور اس کی بیوی حمل سے ہے وہ کیا پیدا کرے گی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہی مفاتیح الغیب ہیں۔ کما قال تعالیٰ: ﴿ وَعِندَهُۥ مَفَاتِحُ ٱلۡغَيۡبِ لَا يَعۡلَمُهَآ إِلَّا هُوَۚ﴾ (الانعام،۵۹:٦)۔[32]
- **قتادہ** نے قولِ باری تعالیٰ ﴿هُدٗى لِّلۡمُتَّقِينَ﴾ (البقرۃ،۲:۲) میں مُتَّقِینَ کی وضاحت دیگر آیات ﴿ ٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِٱلۡغَيۡبِ وَيُقِيمُونَ ٱلصَّلَوٰةَ وَمِمَّا رَزَقۡنَٰهُمۡ يُنفِقُونَ ۔ وَٱلَّذِينَ يُؤۡمِنُونَ بِمَآ أُنزِلَ إِلَيۡكَ وَمَآ أُنزِلَ مِن قَبۡلِكَ وَبِٱلۡأٓخِرَةِ هُمۡ يُوقِنُونَ ﴾ (البقرۃ،۲:۳،۴) سے کی[33]۔ قتادہ نے یہاں بیانِ متصل سے بیان بالقرآن پیش کیا جو کہ تفسیر بالقرآن کی بنیادی قسم ہے۔

تفسیر القرآن بالحدیث:

تفسیر القرآن بالحدیث سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی روشنی میں قرآن کی تفسیر کرنا۔ ویسے تو آپؐ کی پوری زندگی قرآن کی عملی تفسیر تھی البتہ آپؐ نے قرآن کی قرآن کے ساتھ اور اپنے اقوال سے بھی تفسیر بیان فرمائی۔ جیسا کہ قولِ باری تعالیٰ ہے:

كُتِبَ عَلَيۡكُمُ ٱلۡقِصَاصُ فِي ٱلۡقَتۡلَىۖ ٱلۡحُرُّ بِٱلۡحُرِّ وَٱلۡعَبۡدُ بِٱلۡعَبۡدِ وَٱلۡأُنثَىٰ بِٱلۡأُنثَىٰۚ فَمَنۡ عُفِيَ لَهُۥ مِنۡ أَخِيهِ شَيۡءٞ فَٱتِّبَاعُۢ بِٱلۡمَعۡرُوفِ وَأَدَآءٌ إِلَيۡهِ بِإِحۡسَٰنٖۗ ذَٰلِكَ تَخۡفِيفٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَرَحۡمَةٞۗ فَمَنِ ٱعۡتَدَىٰ بَعۡدَ ذَٰلِكَ فَلَهُۥ عَذَابٌ أَلِيمٞ۔(البقرۃ، ۱۷۸:۲)

اس آیت میں ﴿فَمَنۡ عُفِيَ لَهُۥ﴾ کی وضاحت بیان فرمائی کہ معافی سے مراد دیت قبول کرنا ہے سو اس لیئے دیت معقول اور نرم طریقہ سے لی جائے اور اپنے مطالبہ کو اس فریق کے پاس خوبی سے پہنچایا جائے۔ اسی آیت میں ﴿ذَٰلِكَ تَخۡفِيفٞ مِّن رَّبِّكُمۡ وَرَحۡمَةٞۗ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ دوسری امتوں کے مقابلہ میں یہ تم پر رحمت ہے کیونکہ ان کو یہ سہولت میسر نہ تھی۔ ﴿فَمَنِ ٱعۡتَدَىٰ بَعۡدَ ذَٰلِكَ﴾، میں زیادتی سے مراد یہ ہے کہ دیت بھی لے لی جائے اور اس کے بعد قتل بھی کر دیا۔ قال رسولؐ: فالعفو ان يقبل الدية في العمد ﴿فاتباع بالمعروف واداء إليه بإحسان﴾ يتبع بالمعروف ويؤدي بإحسان ﴿ذلك تخفيف من ربكم ورحمة﴾ مما كتب على من كان قبلكم ﴿فمن اعتدى بعد ذلك فله عذاب اليم﴾ قتل بعد قبول الدية"۔[34]

پس معافی یہ ہے کہ جان بوجھ کر قتل میں دیت قبول کر لی جائے، "تو بھلائی سے تقاضا ہو اور اچھی طرح ادا" تو چاہیے کہ معروف طریقے سے مطالبہ کیا جائے اور احسان کے ساتھ ادا کی جائے۔ "یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے"، جو تم سے پہلے لوگوں پر

لازم کیا گیا تھا اس کے مقابلے میں۔ "پھر جو اس کے بعد زیادتی کرے، اس کے لیے دردناک عذاب ہے"، یعنی دیت قبول کرنے کے بعد قتل کرے۔

تابعین نے قرآن کی تفسیر میں سنت نبوی کو بطور مصدر اختیار کیا۔ تابعین نے تفسیر القرآن بالحدیث کے لیئے دو طریقے اختیار کیئے۔ تابعین نے تفسیر بالحدیث کرتے حدیث کو سند کے ساتھ نقل کرتے اور بعض اوقات حدیث کو بغیر سند کے بھی نقل کرتے۔

امام طبری نے آیت﴿ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْأَةَ أَخِيهِ قَالَ يَا وَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْأَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ﴾ (المائدة، ۵:۳۱) کی تفسیر میں حسن بصری سے یہ روایت پیش کی ہے:

عن الحسن قال، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن الله ضرب لكم ابني آدم مثلا فخذوا من خيرهم ودعوا الشر[35].

اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے آدم کے دو بیٹوں کی مثال پیش کی ہے، تو ان میں سے بھلائی اختیار کرو اور برائی چھوڑ دو۔

عن الحسن قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن ابني آدم ضُرِبا مثلا لهذه الأمة، فخذوا بالخير منهما[36].

"آدم کے دو بیٹے اس امت کے لیے مثال ہیں، تو ان دونوں میں سے بھلائی اختیار کرو۔"

تفسیر القرآن باقوال الصحابہ:

بلاشبہ تابعین تفسیر حاصل کرنے کے لیئے صحابہ سے رجوع کرتے اور ان کے اقوال کو مقدم کرتے تھے۔ بعض تابعین نے تمام تفسیر صحابہ سے حاصل کی تھی۔ جس طرح مجاہد فرماتے ہیں:

عرضتُ المصحفَ على ابن عباس ثلاث عَرْضات، من فاتحته إلى خاتمته، أوقِفه عند كل آية منه وأسألُه عنها.[37]۔

"میں نے مصحف قرآن کو سورۃ فاتحہ سے لیکر آخر تک تین بار ابنِ عباسؓ پر پیش کیا اور ہر آیت پر انکو ٹھہراتا اور اس بارے میں سوال کرتا"

جس طرح صحابہ اس تفسیر سے قطعی گریز کرتے جس کا ان کو علم نہیں ہوتا تھا اور تابعین کا شیوہ بھی یہی تھا۔

یزید بن ابی یزید کہتے ہیں کہ:

كنا نسأل سعيدَ بن المسيَّب عن الحلال والحرام، وكان أعلم الناس، فإذا سألناه عن تفسير آية من القرآن سَكَتَ كأن لم يسمع.[38]

ہم سعید بن المسیب سے حلال و حرام کے بارے میں سوال کیا کرتے تھے۔ انہیں اس بات کا سب سے زیادہ علم تھا لیکن جب ہم کسی آیت کی تفسیر کے بارے میں سوال کرتے تو اس طرح خاموش ہو جاتے جیسے سنا ہی نہیں۔

محمد بن سیرین کا بیان ہے کہ:

سألت عَبِيدة عن آية من القرآن فقال: ذهبَ الذين كانوا يعلَمون فيمَ أنزل القرآن، اتّق الله وعليك بالسَّداد.[39]

میں نے عبیدہ سلیمانی سے قرآن کی کسی آیت کے بارے میں سوال کیا، تو انہوں نے کہا وہ لوگ چلے گئے جو علم رکھتے تھے کہ قرآن کس بارے میں نازل ہوا۔ پس اللہ سے ڈرو اور سیدھی راہ پر رہو۔

ایک شخص نے سعید بن مسیب سے کسی آیت کی تفسیر پوچھی تو انہوں نے کہا:

لا تسألني عن القرآن، وسَل من يزعم أنه لا يخفى عليه شيء منه- يعني عكرمة.[40]۔

"قرآن کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرو بلکہ اس سوال کرو جس سے قرآن کی جوئی بات مخفی نہیں"یعنی عکرمہ.

مسروق فرمایا کرتے تھے:

اتقوا التفسير، فإنما هو الرواية عن الله.[41]۔

"تفسیر کرنے سے بچو۔بے شک وہ اللہ کی طرف سے روایت ہے"۔

امام ابنِ تیمیہ بیان کرتے ہیں:

فهذه الآثار الصحيحة وما شاكلها عن أئمة السلف، محمولة على تحرجهم عن الكلام في التفسير بما لا علم لهم به فأما من تكلم بما يعلم من ذلك لغة وشرعا فلا حرج عليه.ولهذا روى عن هؤلاء وغيرهم أقوال في التفسير، ولا منافاة؛ لأنهم تكلموا فيما علموه وسكتوا عما جهلوه، وهذا هو الواجب على كل أحد؛ فإنه كما يجب السكوت عما لا علم له به، فكذلك يجب القول فيما سئل عنه مما يعلمه[42]۔

یہ آثارِ صحیحہ اور اس کے متشابہ دوسرے آئمہ سلف کے دیگر آثار کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ علم کے بغیر تفسیر میں دخل نہیں دیتے تھے لیکن جو لغت اور شرع کا علم رکھتا ہو اس پر کوئی حرج نہیں۔اسی لیے تابعین نے اور دیگر لوگوں نے تفسیر کے بارے میں اقوال روایت کیے، اور اس میں کوئی تضاد نہیں؛ کیونکہ انہوں نے اس بارے میں گفتگو کی جو وہ جانتے تھے اور اس کے بارے میں خاموش رہے جو وہ نہیں جانتے تھے، اور یہی ہر شخص پر لازم ہے؛ جیسا کہ ضروری ہے کہ جو بات کسی کو معلوم نہیں اس پر خاموش رہا جائے، اسی طرح ضروری ہے کہ جس بارے میں پوچھا جائے اور جو وہ جانتا ہو اس پر کہے۔

جب تابعین کسی آیت کی تفسیر نہ قرآن میں پاتے، نہ سنت اور اقوالِ صحابہ میں تو پھر وہ اجتہاد کرتے۔

اہل کتاب کے اقوال:

اہل کتاب کی صرف وہی بات لیتے جو ان کے عقیدہ سے متفق اور قرآن سے متعارض نہ ہوتی۔اپنے عقائد اور قرآن سے معارض بات کو لینے سے انکار کر دیتے اور اسکی تصدیق بھی نہیں کرتے تھے۔جو باتیں نہ قبیل اوّل سے ہوتیں اور نہ قبیل ثانی سے یعنی نہ موافقت میں ہوتیں اور نہ مخالفت میں ان کے بارے میں خاموشی اختیار کیا کرتے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسے امور میں ان کی تصدیق اور تکذیب دونوں سے منع کیا تھا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:﴿لا تصدقوا اهل الكتاب ولا تكذبوهم﴾[43]۔

اجتہاد و استنباط:

تفسیر کی کتب میں تابعین کے اجتہادی اقوال بکثرت مروی ہیں۔نبیؐ اور صحابہ نے مکمل قرآن کی تفسیر بیان نہیں کی بلکہ صرف انہی آیات کی تفسیر بیان فرمائی جن کے معنی و مفہوم میں غموض اور خفا پایا جاتا تھا۔جیسے جیسے وقت گزرتا گیا اس کے غموض میں اضافہ ہوتا گیا

۔ تفسیرِ قرآن میں دلچسپی رکھنے والے تابعین نے محنت کر کے اس کمی کو پورا کرنا چاہا۔ چنانچہ اس طرح آہستہ آہستہ سارے قرآن کی تفسیر ہو گئی۔ اس مقصد کے لیئے تابعین نے عربی زبان، عربوں کے اسالیبِ کلام اور ان واقعات سے مدد لی جو تنزیل عصر میں درپیش تھے۔

عہدِ تابعین کی تفسیری خصوصیات:

تابعین نے فہمِ قرآن کے ساتھ فقہی استنباط، لغوی تحقیق، اور بلاغی مطالعہ نے تفسیری دائرہ کار کو وسیع کیا اور فہمِ قرآن کے عمل میں صرف روایت تک محدود نہ رہے بلکہ انہوں نے اس میں عقل و تدبر کو بھی شامل کیا۔ اسی دور میں اسبابِ نزول، ناسخ و منسوخ، قراءات اور اعجاز القرآن جیسے موضوعات پر علمی گفتگو کا آغاز ہوا۔ تابعین نے عربی لغت، نحو، اور شعر جاہلی کو بھی فہمِ قرآن کا ذریعہ بنایا تاکہ غیر عرب قرآن کے معانی کو آسانی سے درست طور پر سمجھ سکیں۔ ان کی تفسیری کاوشوں نے بعد میں آنے والے اکابر مفسرین جیسے ابن جریر طبری اور زمخشری کے لیے بنیاد فراہم کی۔

عہدِ تابعین کی نمایاں تفسیری خصوصیات ذیل میں درج ہیں:

1. اس دور میں مختلف علاقوں میں مدارس قائم ہوئے۔ مکہ میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کا مدرسہ تفسیر قائم ہوا۔ سعید بن جبیر، عکرمہ، طاؤس بن کیسان، عطاء بن اَبی رباح نے اسی مدرسہ سے علم حاصل کیا۔ مدینہ میں حضرت اَبی بن کعب نے مدرسہ قائم کیا۔ ابو العالیہ، محمد بن کعب القرظی اور زید بن اسلم ان کے تلامذہ ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے عراق میں مدرسہ قائم کیا۔ علقمہ بن قیس، مسروق، اسود بن یزید، مرہ الھمدانی، عامر الشعبی، حسن بصری اور قتادہ نے اس مدرسہ سے کسبِ فیض حاصل کیا۔ یہ تینوں مدارس اس دور کے مشہور تفسیری مرکز سمجھے جاتے تھے۔
2. اس عہد میں تفسیر کو اسناد کے ساتھ مروی کیا گیا۔ یہاں تک کہ قوی، ضعیف اور صحیح اقوال کی تمیز ہونے لگی۔
3. اس دور کے ممیزات میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان کی معاشرت و معیشت عہدِ صحابہ سے ملتی ہے۔
4. تابعین نے علوم تفسیر کے قوانین مرتب کیئے اور روایات کو محفوظ کرنے کی طرف توجہ دی گئی۔ تفسیر کی اقسام تفسیر بالرائے اور تفسیر بالماثور اسی دور کی خصوصیات ہیں۔
5. عہدِ صحابہ کی نسبت اس دور میں تفسیری اختلافات میں اضافہ ہوا۔ ایک آیت کی تفسیر میں کئی اجتہادی اقوال سامنے آئے۔ تاہم تابعین کے تفسیری اختلافات متاخرین کی نسبت کم تھے۔
6. تابعین سے جو اختلاف صحیح ثابت ہوا ہے اس اختلاف میں تضاد نہیں بلکہ زیادہ تر تنوع پایا جاتا ہے۔
7. اس دور میں مذہبی اختلافات ظہور پذیر ہوئے۔ بعض ایسی آراء سامنے آئیں جن میں مذہبی اختلاف کی رنگ آمیزی کی گئی۔

مثلاً قتادہ بن دعامہ سدوسی تقدیر کے منکر تھے جبکہ کہ اس کے برعکس حسن بصری اثباتِ تقدیر کے قائل تھے۔ وہ منکرِ تقدیر کی تکفیر کرتے ہیں۔ مفسرین کے عقائد کے اثرات ان کی تفاسیر پر نمایاں تھے۔

8. تابعین کی تفاسیر میں نقل و روایت کا رجحان قائم رہا۔ مگر اس دور میں عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ کی طرح عمومیت کی بجائے اختصاص کا عنصر غالب تھا۔ تابعین نے اپنے شہر کے صحابہ سے تفسیری اقوال نقل کرتے۔ مثلاً اہل مکہ

حضرت ابن عباسؓ سے، اہلِ مدینہ حضرت ابی اور عراق کے رہنے والے حضرت ابنِ مسعود سے تفسیری اقوال نقل کیا کرتے تھے۔

9. بعض ایسے تابعی بھی تھے جنہوں نے تمام تفسیر صحابہ سے حاصل کی تھی۔

10. اس دور کی تفسیر میں اسرائیلیات کا دخول ہوا۔ اس دور میں فتوحاتِ اسلامیہ میں وسعت کی وجہ سے کثیر تعداد میں اہلِ عجم اسلام کے دائرہ میں داخل ہوئے۔ اہلِ کتاب کے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے اسرائیلیات زیادہ تر نقل ہو کر مسلمانوں میں پھیل گئیں۔ مثلاً عبداللہ بن سلام، کعب الاحبار، وہب بن منبہ اور ابنِ جریج کے نام اس سلسلے میں نمایاں اہمیت رکھتے ہیں۔

عہدِ تابعین کے تفسیری مناہج کے بعد کے ادوار پر اثرات:

عہدِ تابعین میں تفسیرِ قرآن کے جو مناہج پروان چڑھے، انہوں نے بعد کے تمام علومِ تفسیر اور اسلامی علمی روایت پر نہایت گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس دور میں مکہ، مدینہ اور عراق کے مکاتب نے تفسیر کے ایسے اصولی سانچے وضع کیے جنہوں نے آنے والی صدیوں میں مفسرین کے طرزِ فکر اور طریقِ تفسیر کو متعین کیا۔ تابعین نے روایتِ صحابہ، لغتِ عرب، سیاق و سباق، احادیثِ نبویہ، اور اجتہادی فکر کو تفسیر کا لازمی حصہ بنا کر اسے ایک منظم علمی شکل دی۔ یہی علمی سرمایہ بعد کی تفسیری روایت کے بنیادی ستونوں میں تبدیل ہوا، اور مفسرینِ کرام نے انہی اصولوں کی روشنی میں متنوع مگر مربوط تفسیری روایات اور اصول تشکیل دیئے۔

بعد کے ادوار میں مفسرین جیسے امام طبری، ابن ابی حاتم، ابن کثیر، زمخشری، رازی اور قرطبی کے مناہج میں عہدِ تابعین کے اثرات بخوبی نمایاں ہیں۔ امام طبری کی جامع البیان میں تابعین کی روایات کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جبکہ زمخشری اور رازی نے عراقی مکتب کی عقلی و درایتی روایت کو آگے بڑھایا۔ اسی طرح حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی فقہی مکاتب نے احکامِ قرآنی کے استنباط میں جن اصولوں پر اعتماد کیا، ان کی بنیاد بھی تابعین کے دور میں رکھی گئی تھی۔ تفسیر بالماثور، اجتہادی و درایتی تفسیر، ناسخ و منسوخ کی تحقیق، قراءات کے مباحث، اور اصولِ ترجیح جیسے عناصر اسی دور میں مضبوط ہوئے اور بعد کی تفسیری فکر کا دائمی حصہ بنے۔

علاوہ ازیں، تابعین کے ہاں علمی تنوع اور اختلافِ تفسیر کا جو منظم ماحول پایا جاتا تھا، وہ بعد میں علمی نقد و تحقیق کا بنیادی محرک ثابت ہوا۔ ان کے قائم کردہ اصولوں نے علمی تنقید، منہجی تقابل، اور ترجیحی اصول کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ اس طرح عہدِ تابعین نہ صرف تفسیر کے فروغ کا دور ہے بلکہ وہ علمی بنیاد ہے جس نے اسلامی فکر، فقہ، اصولِ فقہ اور علومِ قرآن کے ارتقا کو مستقل اور مضبوط سمت فراہم کی۔ یہ کہنا بجا ہے کہ بعد کی تمام تفاسیر، مکاتبِ فکر اور اصولی مباحث کسی نہ کسی درجے میں اسی دور کی فکری روایت کے وارث ہیں۔

خلاصہ بحث:

عہدِ صحابہ کے بعد عہدِ تابعین کا آغاز ہوا۔ خیر القرون میں ان کا شمار بھی ہوتا ہے۔ تابعین وہ خوش نصیب اشخاص ہیں جو صحابہ سے براہ راست مستفید ہوئے اور ان کی صحبت پائی۔ ان کو بعد میں آنے والوں کی نسبت عربی زبان پر زیادہ دسترس اور مہارت حاصل تھی۔

صحابہ کی طرح تابعین میں ایسے فضلاء کی کمی نہ تھی جنہوں نے اپنے ہم عصروں کو قرآن کے پیچیدہ مقامات کے معانی و مفہوم سے آگاہ کیا۔ تابعین نے حدیث اور سنت کی طرح تفسیر کا علم بھی صحابہ سے حاصل کیا۔ اس عہد میں تفسیر کے مصادر تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالسنۃ النبویہ، تفسیر با قوال صحابہ، تفسیر با قوال اہل الکتاب اور اجتہاد و استنباط تھے۔

اسلامی فتوحات کی وجہ سے اسلام دور دراز علاقوں تک پھیل گیا۔ اس طرح مسلمان مختلف علاقوں قیام پذیر ہوئے۔ مسلمان والی، قاضی، امراء اور حکام جس علاقے میں گئے، تو وہاں ان کے ذریعے نبیؐ سے حاصل کردہ علم بھی پہنچا۔ چنانچہ تابعین نے ان کی صحبت سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ انہوں نے صحابہ مستفید ہو کر مختلف علاقوں میں علمی مدارس قائم کیئے۔ ان مدارس صحابہ کرام کو اساتذہ اور تابعین کو شاگردوں کی حیثیت حاصل تھی۔ ان مدارس میں تابعین کی بڑی تعداد مشہور مفسرین صحابہ سے مستفید ہوئی۔ ایک مدرسہ مکہ، دوسرا مدینہ اور تیسرا عراق میں قائم ہوا۔ یہ تینوں مدارس اس دور کے تفسیری مکاتب میں شمار ہوتے ہیں۔

عہد تابعین میں عہد صحابہ کی نسبت تفسیری اختلافات میں اضافہ ہوا، تاہم ان کے تفسیری اختلافات بعد میں آنے والوں کی نسبت کم تھے۔ علاوہ ازیں تابعین سے جو اختلاف صحیح ثابت ہوا ہے اس اختلاف میں تضاد کی بجائے زیادہ تر تنوع پایا جاتا ہے۔ اس دور میں عمومیت کی بجائے اختصاص کا عنصر غالب رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ تابعین نے اپنے اپنے شہر کے صحابہ سے تفسیری اقوال نقل کرتے۔ مثلاً اہل مکہ حضرت ابن عباسؓ سے، اہلِ مدینہ حضرت ابی اور عراق کے رہنے والے حضرت ابنِ مسعود سے تفسیر اقوال نقل کیا کرتے تھے۔ تاہم اس عہد میں تفسیر کو اسناد کے ساتھ مروی کیا گیا۔ یہاں تک کہ قوی، ضعیف اور صحیح اقوال کی تمیز ہونے لگی۔ تابعین نے علوم تفسیر کے قوانین مرتب کیئے اور روایات کو محفوظ کرنے کی طرف توجہ دی گئی۔ تفسیر کی اقسام تفسیر بالرائے اور تفسیر بالماثور اسی دور کی خصوصیات ہیں۔

نتائجِ تحقیق:

عہدِ تابعین کا دور تفسیرِ قرآن کی علمی تاریخ میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس دور میں نہ صرف قرآن کے معانی و مضامین کی گہری تفہیم کا سلسلہ مضبوط ہوا بلکہ تفسیر کے ایسے منہجی خطوط بھی متعین کیے گئے جنہوں نے بعد کے تمام اسلامی ادوار کو گہرائی سے متاثر کیا۔ مکہ، مدینہ اور عراق کے مدارسِ تفسیر نے اپنی علمی فضا، اساتذہ، اور منہجی تنوع کے ذریعے تفسیرِ قرآن کو مختلف جہات سے سمجھنے کی بنیاد فراہم کی۔ یہی تنوع بعد میں اسلامی تفسیری روایت کی وسعت اور ہمہ گیری کا سبب بنا۔ اس دور میں عمومیت کی بجائے اختصاص کا عنصر غالب رہا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ تابعین نے اپنے اپنے شہر کے صحابہ سے تفسیری اقوال نقل کرتے۔ مثلاً اہل مکہ حضرت ابن عباسؓ سے، اہلِ مدینہ حضرت ابی اور عراق کے رہنے والے حضرت ابنِ مسعود سے تفسیر اقوال نقل کیا کرتے تھے۔

تابعین نے تفسیرِ قرآن میں روایت اور درایت دونوں کا ایسا متوازن استعمال پیش کیا جو آج بھی صحتِ تفسیر کا معیار سمجھا جاتا ہے۔ انہوں نے قرآن کی تفسیر کے لیے سب سے اولین بنیاد قرآن ہی کو قرار دیا، پھر سنتِ نبویؐ، آثارِ صحابہؓ، لغتِ عرب اور اجتہادی تحلیل کو مربوط طریقے سے شامل کیا۔ اس منہجی ترتیب نے تفسیر کو ایک باقاعدہ علمی فن کی حیثیت دی۔ ماخذ و مصادر کی ترتیب سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ تابعین میں روایت و درایت کے درمیان ایک نہایت متوازن اور مربوط منہج اختیار کیا گیا تھا، یہی توازن بعد کے ادوار کے لیے ایک منہجی معیار ثابت ہوا، جس کی بنیاد پر مفسرین نے علمی نقد، ترجیح اور استنباط کے اصول مرتب کیے۔ اس منہج نے بعد کے ادوار کے

اصولِ تفسیر کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا؛ یہی وجہ ہے کہ اس کے اثرات بعد کے مفسرین جیسے امام طبری، زمخشری، قرطبی، رازی اور ابن کثیر کی تفاسیر میں نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔

اس حقیقت کی نشاندہی ضروری ہے کہ عہدِ تابعین کی تفسیر ایک جامع علمی تجربہ تھی جس میں روایت، عقل، لغت، حدیث، فقہ، اور سیاق سب یکجا ہو گئے تھے۔ اس نے تفسیر کو ایک منضبط، اصولی اور تحقیقی علم کی حیثیت عطا کی۔ اس عہد میں تفسیر کو اسناد کے ساتھ مروی کیا گیا۔ یہاں تک کہ قوی، ضعیف اور صحیح اقوال کی تمیز ہونے لگی۔ تابعین نے علوم تفسیر کے قوانین مرتب کیئے اور روایات کو محفوظ کرنے کی طرف توجہ دی گئی۔ تفسیر کی اقسام تفسیر بالرائے اور تفسیر بالماثور اسی دور کی خصوصیات ہیں۔ اگر یہ دور نہ ہوتا تو نہ تفسیر بالمأثور اپنی مضبوط شکل میں ظاہر ہوتی، نہ تفسیر بالدرایہ کو علمی احترام ملتا، اور نہ اصولِ تفسیر اپنی موجودہ علمی ترتیب تک پہنچ سکتے۔

عہد تابعین میں عہد صحابہ کی نسبت تفسیری اختلافات میں اضافہ ہوا، تاہم ان کے تفسیری اختلافات بعد میں آنے والوں کی نسبت کم تھے۔ علاوہ ازیں تابعین سے جو اختلاف صحیح ثابت ہوا ہے اس اختلاف میں تضاد کی بجائے زیادہ تر تنوع پایا جاتا ہے۔ تابعین کے یہاں اختلافِ تفسیر محض آراء کا اختلاف نہ تھا بلکہ علمی وسعت، فکری تنوع اور فہمِ قرآن کے گہرے مطالعے کی علامت تھا۔ مختلف خطوں کے حالات، علمی ماحول، صحابہ کے مختلف حلقوں سے علمی فیضان، اور مسائل فہم میں اجتہادی وسعت نے ان اختلافات کو جنم دیا۔ لیکن مجموعی طور پر اس اختلاف نے قرآن فہمی کے دائرے کو وسیع کیا، جس کے نتیجے میں تفسیر کا علمی ذخیرہ نہایت ہمہ گیر اور جامع شکل اختیار کر گیا۔ یہی دور ہے جس نے اختلافِ تفسیر کو علمی تنوع کا ذریعہ بنا اور بعد کے مفسرین کے لیے علمی نقد، ترجیح اور تقابل کے ایسے مستحکم اصول وجود میں آئے جنہوں نے تفسیر کے علم کو مضبوط بنیادیں فراہم کیں۔ تابعین کی فکری وراثت نے بعد کے فقہی، اصولی اور تفسیری مکاتب پر گہرے اثرات چھوڑے، اور قرآن فہمی کے ایسے اصول وضع کیے جو صدیوں تک علمی معیار بنے رہے۔

بالآخر اس نتیجے پر پہنچا جا سکتا ہے کہ عہدِ تابعین کی تفسیر نہ صرف اسلامی علمی تاریخ کی ایک اہم کڑی ہے بلکہ آج کے مفسرین، علماء، محققین اور طلبۂ علومِ قرآن کے لیے بھی بنیادی رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ عہدِ تابعین کے قائم کردہ اصول آج بھی معاصر تفسیری مباحث اور تعبیرِ قرآن کے جدید رجحانات کا جواب فراہم کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس دور کی علمی روشنی آج بھی تفسیرِ قرآن کے سفر کو سمت، استحکام اور اعتدال عطا کرتی ہے۔ یوں عہدِ تابعین کی تفسیر اسلامی فکری روایت کا وہ روشن باب ہے جس کے اثرات صدیوں پر محیط ہیں اور جو عصرِ حاضر میں بھی اپنی معنوی اور منہجی اہمیت برقرار رکھے ہوئے۔ یہ مقالہ اس بات کی سفارش بھی کرتا ہے کہ جدید دور میں تفسیری علوم کی تدریس اور تحقیق میں عہدِ تابعین کے اصولی توازن، سند کے اہتمام اور محققانہ طرزِ فکر کو مزید نمایاں کیا جائے۔

حواشی وحوالہ جات:

[1] ابنِ تیمیہ ، أبی العباس، احمد بن عبد الحلیم بن عبد السلام ، تقی الدین (م ۷۲۸ھ)، مقدمہ فی اصول التفسیر، المحقق: الدکتور عدنان زرزور، (دمشق: ط ۱، ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲م)، ۳۷-۳۸۔

Ibn Taymiyyah, Abū al-ʿAbbās Aḥmad bin ʿAbd al-Ḥalīm bin ʿAbd al-Salām, Taqī al-Dīn (d. 728H). *Muqaddimah fī Uṣūl al-Tafsīr*. Ed. Dr. ʿAdnān Zarzūr (Damascus: Ṭabʿah Ūlā, 1392H/1972), 37–38.

[2] البخاری، محمد بن اسماعیل(م۲۶۵ھ) ، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسننہ و ایامہ، تحقیق: نظر بن محمد الفاریابي أبو قتیبة (دمشق ،بیروت: دار ابن کثیر، ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۲م) ، کتاب الأیمان والنذور، باب: إذا قال أشهد بالله، أو شهدت بالله، حدیث: ۶۶۵۸،ص ۱۶۴۹۔

Al-Bukhārī Muḥammad bin Ismāʿīl (d. 265H), *Al-Jāmiʿ al-Musnad al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar min Umūr Rasūl Allāh Ṣallā Allāhu ʿalayhi wa-sallam wa-sunanihī wa-ayyāmihī,* Ed. Naẓar bin Muḥammad al-Fāryābī Abū Qutaybah (Damascus–Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1423H/2002), Kitāb al-Aymān wa'l-Nudhūr, Bāb: Idhā qāla ashhadu billāh aw shahidtu billāh, Hadīth no. 6658, p. 1649.

[3] مسلم ، أبی الحسین ، مسلم بن حجاج ، القشیری (م۲۶۱ھ)، الجامع الصحیح المختصر بنقل العدل عن العدل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم(کراتشی باکستان ، مکتبة البشری، الطبعة الاولی، ۱۴۳۰ھ/۲۰۰۹م)، کتاب فضائل الصحابة ، باب: فضل الصحابة ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ، حدیث:۶۴۶۴، ۷: ۱۵۷،۱۵۸۔

Muslim Abī al-Ḥusayn, Muslim bin Ḥajjāj al-Qushayrī (d. 261H), Al-*Jāmiʿ al-Ṣaḥīḥ al-Mukhtaṣar* bi-naqli al-ʿadli ʿan al-ʿadli ilā Rasūl Allāh Ṣallā Allāhu ʿalayhi wa-Ālihī wa-Sallam (Karachi: Maktabat al-Bushrā, 1st ed., 1430H/2009), Kitāb Faḍāʾil al-Ṣaḥābah, Bāb Faḍl al-Ṣaḥābah Thumma alladhīna yalūnahum thumma alladhīna yalūnahum, Hadīth no. 6464, 7: 157–158.

[4] الذهبی، محمد حسین ، الدکتور(م۱۹۷۷ء) ،التفسیر والمفسرون، (القاهرة: دارالحدیث، ۱۴۳۳ھ/۲۰۱۲م)، ۹۳۔

Al-Dhahabī, Muḥammad Ḥusayn al-Duktūr (d. 1977), *Al-Tafsīr wa'l-Mufassirūn* (Cairo: Dār al-Ḥadīth, 1433H/2012), 93.

[5] ابنِ تیمیہ، مقدمہ ابنِ تیمیہ ، ص۶۱۔

Ibn Taymiyyah, *Muqaddimat Ibn Taymiyyah*, 61.

[6] ابنِ خلکان، أبی عباس ، شمس الدین أحمد بن محمدبن أبی بکر(متوفی ۶۸۱ھ)، وفیات الاعیان وابناءالزمان،(بیروت : دار صادر ، ط ۱، ۱۳۹۸ھ/۱۳۷۸م)،۲:۲۶۱۔

Ibn Khallikān Abī ʿAbbās, Shams al-Dīn Aḥmad bin Muḥammad bin Abī Bakr (d. 681H), *Wafayāt al-Aʿyān wa Anbāʾ Abnāʾ al-Zamān* (Beirut: Dār Ṣādir, 1st ed., 1398H/1978), 2: 261.

[7] ابن حجر العسقلانی ، أبی الفضل احمد بن علی ، شہاب الدین (م۸۵۲ھ)، تہذیب التہذیب،المحقق: ابراہیم الزیبق، عادک مرشد،(س.ن : التراث فی مؤسسة الرسالة، س.ن) ۲:۹۔

Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Abū al-Faḍl Aḥmad bin ʿAlī, Shihāb al-Dīn (d. 852H), *Tahdhīb al-Tahdhīb*. Ed. Ibrāhīm al-Zaybaq & ʿĀdik Murshid (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, n.d.), 2: 9.

[8] ابنِ خلکان، وفیات الاعیان، ۲:۲۶۱۔

Ibn Khallikān, *Wafayāt al-Aʿyān*, 2: 261.

[9] ابن حجر العسقلانی ، أبی الفضل احمد بن علی ، شہاب الدین (م۸۵۲ھ)، تقریب التہذیب، تحقیق:أبو الأشبال صغیر أحمد شاغف الباکستانی، (م.ن: دارالعاصمة، س.ن)، ۳۷۴۔

Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, Abū al-Faḍl Aḥmad bin ʿAlī, Shihāb al-Dīn (d. 852H), *Taqrīb al-Tahdhīb*. Ed. Abū al-Ashbāl Ṣaghīr Aḥmad Shāghif al-Bākistānī (N.p: Dār al-ʿĀṣimah, n.d.), 374.

[10] الذهبی، أبی عبدالله،شمس الدین ، حافظ (م۷۴۸ھ)، میزان الاعتدال فی نقد الرجال،تحقیق:علی محمد البجاوی، (بیروت-لنبان : دارالمعرفة، س.ن)، ۳: ۴۴۰۔

Al-Dhahabī, Abīʿ Abd Allāh Shams al-Dīn Hafīz (d. 748H), *Mīzān al-Iʿtidāl fī Naqd al-Rijāl*. Ed. ʿAlī Muḥammad al-Bajāwī (Beirut: Dār al-Maʿrifah, n.d.), 3: 440.

[11] الذهبی، شمس الدین، میزان الاعتدال، ۳: ۴۳۹۔

Al-Dhahabī, Shams al-Dīn , *Mīzān al-Iʿtidāl*, 3: 439.

12 الطبری، أبی جعفر ، محمد بن جریر بن یزید بن کثیر (م۳۱۰ھ)، الجامع البیان عن تاویل آی القرآن ،تحقیق: الدکتور عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی (، القاہرۃ: مرکز البحوث والدراسات العربیة والسلامیة، بدار ہجر ، الطبعة الاولی ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱م)، ۱: ۸۵۔

Al-Ṭabarī, Abū Jaʿfar Muḥammad bin Jarīr bin Yazīd bin Kathīr (d. 310H), Al-Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān, Ed: Dr. ʿAbd Allāh b. ʿAbd al-Muḥsin al-Turkī (Cairo: Markaz al-Buḥūth wa'l-Dirāsāt al-ʿArabiyyah wa'l-Islāmiyyah, Dār Hajr, 1st ed., 1422H/2001), 1: 85.

13 الذہبی، محمد حسین، التفسیرو المفسرون،۹۶۔

Al-Dhahabī, Muḥammad Ḥusayn, *Al-Tafsīr wa'l-Mufassirūn*, 96.

14 ابنِ تیمیہ، مقدمہ ابنِ تیمیہ، ۱۰۳۔

Ibn Taymiyyah, *Muqaddimat Ibn Taymiyyah*, 103.

15 الذہبی، شمس الدین، میزان الاعتدال، ۳:۹۵۔

Al-Dhahabī, *Mīzān al-Iʿtidāl*, 3: 95.

16 العسقلانی، ابنِ حجر، تہذیب التہذیب، ۳: ۱۳۵-۱۳۷۔

Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, *Tahdhīb al-Tahdhīb*, 3: 135–137.

17 العسقلانی، ابنِ حجر، تہذیب التہذیب ،۲۳۵۔

Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, *Tahdhīb al-Tahdhīb*, 235.

18 الذہبی، شمس الدین، میزان الاعتدال، ۳: ۷۰۔

Al-Dhahabī, *Mīzān al-Iʿtidāl*, 3: 70.

19 الذہبی، محمد حسین ، التفسیروالمفسرون، ۱۰۵۔

Al-Dhahabī, Muḥammad Ḥusayn, *Al-Tafsīr wa'l-Mufassirūn*, 105.

20 الذہبی،التفسیر وا لمفسرون، ۱۰۵-۱۰۶۔

Al-Dhahabī, *Al-Tafsīr wa'l-Mufassirūn*, 105–106.

21 الاصفہانی، لأبی نعیم، احمد بن عبداللہ ، حلیة الاولیاء و طبقات الاصفیاء، (مصر: مطبعة السعادۃ ، ۱۳۵۱ھ)، ۲: ۱۰۰۔

Abū Nuʿaym al-Aṣfahānī Aḥmad bin ʿAbd Allāh, *Ḥilyat al-Awliyāʾ wa Ṭabaqāt al-Aṣfiyāʾ* (Cairo: Maṭbaʿat al-Saʿādah, 1351H), 2: 100.

22 الذہبی، أبی عبداللہ،شمس الدین ، حافظ (م۷۴۸ھ)، تذکرۃ الحفاظ،(حیدر آباد الدکن : مجلس دائرۃ المعارف النظامیة ، ط۲، ۱۳۳۳ھ)، ۴۹۔

Al-Dhahabī, Shams al-Dīn, *Tadhkirat al-Ḥuffāẓ* (Hyderabad Deccan: Majlis Dāʾirat al-Maʿārif al-Niẓāmiyyah, 2nd ed., 1333H), 49.

23 الذہبی، محمد حسین،التفسیر والمفسرون، ۱۱۰۔

Al-Dhahabī, Muḥammad Ḥusayn, *Al-Tafsīr wa'l-Mufassirūn*,110.

24 الذہبی، شمس الدین، تذکرۃ الحفاظ، ۵۱۔

Al-Dhahabī, *Tadhkirat al-Ḥuffāẓ*, 51.

25 الذہبی، محمد حسین، التفسیر والمفسرون، ۱۱۔

Al-Dhahabī, Muḥammad Ḥusayn, *Al-Tafsīr wa'l-Mufassirūn*, 111.

26 العسقلانی، ابنِ حجر، تہذیب التہذیب، ۲:۲۶۴ ۔

Ibn Ḥajar al-ʿAsqalānī, *Tahdhīb al-Tahdhīb*, 2:264.

27 مرجع سابق،۱: ۳۸۸،۳۸۹۔

Ibid., 1:388–389.

28 الذہبی، محمد حسین، التفسیرو المفسرون،۱۱۳۔

Al-Dhahabī, *Al-Tafsīr wa'l-Mufassirūn*, 113.

29 الذہبی، شمس الدین، تذکرۃ الحفاظ، ۱: ۱۲۳۔

Al-Dhahabī, *Tadhkirat al-Ḥuffāẓ*, 1:123.

30 السیوطی،عبد الرحمن بن أبي بكر، جلال الدين (م ۹۱۱ھ)، الإتقان في علوم القرآن،تحقیق: شعيب الأرنؤوط، (بیروت لبنان : مؤسسة الرسالةناشرون، الطبعة الاولیٰ، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸م) ۷۸۸۔

Al-Suyūṭī, ʿAbd al-Raḥmān bin Abī Bakr, Jalāl al-Dīn (d. 911H), *Al-Itqān fī ʿUlūm al-Qurʾān*. Ed. Shuʿayb al-Arnaʾūṭ (Beirut: Muʾassasat al-Risālah, 1st ed., 1429H/2008), 788.

[31] ابن ِكثیر، اسماعیل بن عمر ، أبی الفداء (م۷۷۴ھ)،تفسیر القرآن العظیم، تحقیق: سامی بن محمد السّلامة، (الریاض-السعودیة العربیة: دارالطیبةللنشر والتوزی، ط۲ ، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹م)، ۱: ۲۳۹۔

Ibn Kathīr, Ismāʿīl binʿUmar, Abū al-Fidāʾ(d. 774H), *Tafsīr al-Qurʾān al-ʿAẓīm*. Ed. Sāmī b. Muḥammad al-Salāmah (Riyadh: Dār Ṭayyibah, 2nd ed., 1420H/1999), 1: 239.

[32] مرجع سابق،۶: ۳۵۵۔

Ibid., 6:355.

[33] مرجع سابق ،۱: ۱۶۳۔

Ibid., 1:163.

[34] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب: تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، باب:يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلَى الْحُرُّ بِالْحُرِّ إِلَى قَوْلِهِ، حدیث: ۴۴۹۸، ص۱۱۰۲،۱۱۰۳۔

Al-Bukhārī. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb Tafsīr al-Qurʾān, Bāb: *Yā ayyuhā alladhīna āmanū kutiba ʿalaykum al-qiṣāṣ fī al-qatlā al-ḥurru bi'l-ḥurri ilā qawlihi*, Hadīth no. 4498, pp. 1102–1103.

[35] الطبری، جامع البیان ،۸: ۳۴۶۔

Al-Ṭabarī. *Jāmiʿ al-Bayān*, 8: 346.

[36] مرجع سابق ، ۸: ۳۴۶-۳۴۷۔

Ibid., 8: 346-347.

[37] الطبری، جامع البیان ، ۱: ۸۵۔

Al-Ṭabarī, *Jāmiʿ al-Bayān*, 1:85.

[38] مرجع سابق،۱: ۸۰،۸۱۔

Ibid., 1:80–81.

[39] مرجع سابق ،۱: ۸۰۔

Ibid., 1:80.

[40] مرجع سابق،۱: ۸۱۔

Ibid., 1:81.

[41] ابنِ تیمیه، مقدمه ابنِ تیمیه، ۱۱۳۔

Ibn Taymiyyah, *Muqaddimat Ibn Taymiyyah*,113.

[42] ابنِ تیمیه، مقدمه ابنِ تیمیه ، ۱۱۴۔

Ibn Taymiyyah, *Muqaddimat Ibn Taymiyyah*, 114.

[43] البخاری، الجامع الصحیح البخاری، کتاب: تَفْسِيرِ الْقُرْآنِ، باب: قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا، حدیث: ۴۴۸۵، ص۱۰۹۹۔

Al-Bukhārī. *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Kitāb Tafsīr ul-Qurʾān, Bāb: *Qūlū āmannā billāh wa-mā unzila ilaynā*, Hadīth no. 4485, 1099.